Journal of Religion & Society (JR&S)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Applications of the Principles of Ḥadīth and the Criticism of Sīrah Narrations

أصولِ حدیث کے اطلاقات اور نقدِ روایاتِ سیرت

Saira Mehwash
PHD Scholar, Department of Arabic and Islamic Studies, Government College University, Faisalabad
Prof. Dr Humayun Abbas Shams
Dean Faculty of Islamic and Oriental Learning, Government College University, Faisalabad

Abstract
Across different periods, Sīrah writing has appeared in various styles and methodologies: traditional, historical, literary, and Ḥadīth-oriented. However, from the latter part of the twentieth century, a distinct trend of Ḥadīth-oriented Sīrah writing emerged. This trend emphasizes that every report related to the Prophet's Sīrah ﷺ should be subjected to the same principles that the Muḥaddithūn established for the authentication of Ḥadīth Nabawī ﷺ. As a result, Sīrah studies shifted toward a new critical research methodology, with the primary objective of compiling a "Ṣaḥīḥ Sīrah of the Messenger of Allah ﷺ." During the nineteenth and twentieth centuries, the academic world increasingly recognized that a foundational religious discipline such as the Sīrah of the Prophet ﷺ cannot be constructed upon ḍaʿīf Riwāyāt or unreliable historical statements. In the early period, when the events of Sīrah and Maghāzī were being compiled, the historical narrative approach predominated. Muʾarrikhūn documented the life events of the Prophet ﷺ, yet they generally lacked the rigorous methodology of Naqd al-Riwāyāt that later became the hallmark of Ḥadīth scholarship. In contrast, the Muḥaddithūn examined the events of the Sīrah in light of the principles of Isnād, Rijāl, Ittiṣāl al-Sanad, and ʿAdālah. Renowned Ḥadīth scholars such as Imām al-Bukhārī, Muslim, al-Nasāʾī, and al-Bayhaqī included dedicated chapters titled Kitāb al-Maghāzī in their compilations, presenting Sīrah-related reports with full Asānīd. In this way, Sīrah writing evolved into a well-protected scholarly discipline, emerging from the integration of both Riwayah and Dirāyah.
Keywords: *Ḥadīth-oriented, Sīrah writing, Naqd al-Riwāyāt, Muḥaddithūn.*

مختلف ادوار میں سیرت نگاری کے مختلف اسالیب و مناہج (روایتی، تاریخی، ادبی اور محدثانہ) نظر آتے ہیں۔ تاہم بیسویں صدی کے اواخر سے "محدثانہ سیرت نگاری" کا ایک نمایاں رجحان سامنے آیا ہے۔ یہ رجحان اس بات پر زور دیتا ہے کہ سیرت طیبہ ﷺ کی ہر روایت پر وہی اصول منطبق کیے جائیں جو محدثین نے حدیثِ نبوی ﷺ کے لیے مقرر کیے تھے۔ اس کے نتیجے میں سیرت نگاری ایک نئے تحقیقی منہج کی طرف منتقل ہوئی جس کا مقصد " صحیح سیرت رسول ﷺ " مرتب کرنا تھا۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں علمی دنیامیں یہ احساس مضبوط ہوا کہ سیرتِ طیبہ ﷺ جیسا بنیادی دینی علم ضعیف روایات یا غیر مستند تاریخی اقوال پر قائم نہیں رہ سکتا۔ ابتداء میں جب سیر و مغازی کے واقعات کو جمع کیا جا رہا تھا، تو ان میں تاریخی رنگ غالب تھا۔ مؤرخین نے نبی کریم ﷺ کے حالاتِ زندگی بیان کیے، مگر ان کے ہاں روایت کی نقد و تحلیل کا وہ منہج نہیں تھا، جو محدثین کے علمی اسلوب کا امتیاز بنا۔ اس کے برعکس محدثین نے سیرت کے واقعات کو بھی اسناد، رجال، اتصال اور عدالت کے

اصولوں کے تحت جانچا۔ امام بخاری، مسلم، نسائی اور بیہقی جیسے محدثین نے اپنی مصنفات میں "کتاب المغازی" کے ابواب قائم کیے اور سیرت کے واقعات کو اسناد کے ساتھ بیان کیا۔ یوں سیرت نگاری روایت و درایت کے دو پہلوؤں کے امتزاج سے ایک محفوظ علمی فن کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

مغازی اور سیرت کی کتابوں میں کئی موضوع اور منقطع اور ضعیف روایات شامل ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کا مشہور قول ہے:

"ثلاث كتب ليس لها أصول: المغازي، والملاحم،والتفسير"

(یعنی تین فن ایسے ہیں جن میں روایات اکثر بلا اصول روایت ہوتی ہیں: مغازی، ملاحم اور تفسیر)[1]

سیرت نگاری میں محدثین نے روایات کی صحت و سقم کا تعیّن محدثانہ اصولوں کی روشنی میں کیا ہے۔ محدثین نے رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ہر پہلو کو جرح و تعدیل، اتصالِ سند، ضبطِ راوی، متابعات و شواہد، اور متن کی درایت پر مبنی اصولوں کی بنیاد پر پرکھا۔ جدید دور میں جب تاریخی نقد اور استشراقی مباحث نے سیرت کے مآخذ و مصادر پر اعتراضات اٹھائے، تو مسلم اہلِ علم نے محدثانہ اصولوں کی روشنی میں سیرت کی روایات کا ازسرِ نو جائزہ لیا۔ جس سے سیرت نگاری کے جدید محدثانہ رجحان کی بنیاد پڑی، جدید سیرت نگاروں نے سیر و تاریخ کے واقعات پر نقد و تحقیق کے لیے اُصولِ حدیث کو بنیاد بنایا۔

ڈاکٹر مہدی رزق اللہ روایاتِ سیرت کو بیان کرتے ہوئے بخاری و مسلم کی روایات کو ترجیح دیتے ہیں، مثلاً نماز کی حالت میں نبی اکرم ﷺ کی پشت مبارک پر کفارِ مکہ کی طرف سے جیر رکھنے کے واقعہ کو بخاری و مسلم کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"وروى البخاري ومسلم من حديث ابن مسعود قال: بينما رسول الله ﷺ يصلي عند البيت وأبوجهل وأصحاب له جلوس، وقد نحرت جزور بالأمس فقال أبوجهل: أيكم يقوم إلى سلا جزور بني فلان فيأخذه فيضعه في كتفي محمد إذا سجد فانبعث أشقى القوم فأخذه. فلما سجد النبي ﷺ وضعه بين كتفيه، قال: فاستضحكوا، وجعل بعضهم يميل على بعض وأنا قائم أنظر لو كان لي منعة طرحته عن ظهر رسول الله ﷺ"[2]

(صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ بیت اللہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل اپنے ساتھیوں سمیت بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دن قبل ایک اونٹنی ذبح کی گئی تھی۔ ابو جہل کہنے لگا: تم میں سے کون ہمت کرے گا کہ بنو فلاں کی ذبح شدہ اونٹنی کی جیر اٹھالائے اور جب محمد ﷺ سجدے میں جائیں تو ان کے کندھوں پر لاد دے۔ قریش میں سے ایک انتہائی بدبخت شخص (عقبہ بن ابی معیط) اٹھ کھڑا ہوا اور وہ جیر اٹھالایا۔ جب آپ ﷺ سجدے میں

1۔ زركشي ، بدر الدين ، محمد بن عبد الله بن بهادر،أبو عبد الله، البرهان في علوم القرآن،دار إحياء الكتب العربية عيسى البابى الحلبي وشركائه،بيروت،لبنان،طبع اول:1376ھ ۔1957ء،ج:2،ص:156

2۔ مهدي رزق الله،السيرة النبوية في ضوء المصادر الأصليه ،رياض،مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الاسلامية،طبع اول، 1992ء،ص:181

گئے تواُس نے وہ جیر آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان رکھ دی، پھر وہ بدبخت خوب ہنسے، وہ قہقہے لگاتے لگاتے ایک دوسرے پر گرتے تھے۔ میں کھڑا دیکھ رہا تھا۔ کاش! مجھ میں قوت ہوتی کہ میں رسول اکرم ﷺ کے کندھوں سے وہ گندگی اتار دیتا۔)

بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر محدثین کی متصل اسناد کو ذکر کر کے حدیث کا درجہ بھی بیان کرتے ہیں، اور مرسل و منقطع روایات کی سند پر محدثین کے نقد کو بھی بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کو تبلیغِ اسلام سے روکنے کے لئے دنیاوی اشیاء کا لالچ دینے کے واقعہ کے مصادر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رواه الحاكم في المستدرك موصولا (2/ ٥٠٦-٥٠٧)وقال : هذا حديث صحيح الإسناد، على شرط البخاري ولم يخرجاه، والبيهقي في الدلائل (2/ 198-١٩٩) من هذا الطريق، ومن طرق أخرى مرسلا، ثم قال بعد إيراد جميع الطرق وكل ذلك يؤكد بعضه بعضاء"[3]

بلاسند، معلق، مرسل، منقطع، معضل، مرسل، روایات، واقدی اور دیگر متروک الحدیث اور ضعیف راویوں کی روایات کو شدید ضعیف قرار دیتے ہوئے ان پر نقد کرتے ہیں، اکثر مقامات پر واقدی کی روایات کو متروک الحدیث ہونے کی بناء پر رد کرتے ہیں جیسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وصال کے وقت عمر مبارک،[4] نکاح کے وقت نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک،[5] مکہ سے باہر اسلام قبول کرنے والوں پر تشدد،[6] ہجرت حبشہ میں قریش کا مسلمانوں کا پیچھا کرنا[7] وغیرہ۔ تاہم بعض مقامات پر اسناد کی تحقیق کرتے ہوئے متعدد طرق اور شہرت کی بناء پر روایت کو قبول کرتے ہیں، جیسے ابو عفک کے قتل کے واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"رواه ابن إسحاق معلقاابن هشام(4/٣٧٦-٣٧٧)وابن حجرفي الإصابة(4/٢٣٨)كذلك معلقا،والواقدي(1/4١٧٤-١٧٥)وفيه انه حسد الرسول ﷺعندما انتصر ببدر وابن سعد(٢٨/٢) دون إسناد، وعنده أنه كان يهوديا" [8]

غزوہ احد کے دن کے اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال الواقدي (1/ ١٩٩) وابن سعد (2/ ٣٦) والبلاذري في الأنساب (1/ ٣١٠) إنها كانت يوم السبت لسبع خلون من شوال على رأس اثنين وثلاثين شهرا من الهجرة وأسانيدهم ضعيفة" [9]

---

[3]۔ ایضاً،ص:179

[4]۔ایضاً،ص:138

[5]۔ایضاً،ص:138

[6]۔ایضاً،ص:184

[7]۔ایضاً،ص:197

[8]۔ایضاً،ص:369

[9]۔ایضاً،ص:379

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے[10]، ہجرت حبشہ میں مردوں اور عورتوں کی تعداد[11] اور دیگر کئی مقامات پر واقدی کی روایات کو قبول کیا ہے۔

ڈاکٹر مہدی رزق اللہ روایات کی تخریج کے ساتھ اختلافی روایات کی تطبیق بھی نقل کرتے ہیں۔ قریش کے لوگوں کا نبی اکرم ﷺ سے روح، اصحاب کہف، اور ذوالقرنین سے متعلق سوالات پوچھنے کے واقعہ کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الفتح الرباني (18/196-197)بنفس سند ومتن الترمذي. ورواه البيهقي في الدلائل (٢/ ٢٦٩ - ٢٧٠) من حديث ابن إسحاق بتمامه بإسناد منقطع . ، لأن ابن اسحاق أبيهم اسم من حدثه، وبقية رجاله ثقات. ورواه غير هؤلاء. وروى الشيخان وأحمد والترمذي والنسائي وابن جرير وابن المنذر وغيرهم عن ابن مسعود حديثا يفيد أن اليهود سألوا الرسول عن الروح وهو بالمدينة، وفي ذلك نزلت الآية ويسألونك عن الروح قل الروح من أمر ربي وما أوتيتم من العلم إلا قليلا، الإسراء : ٥٨ وجمع بين حديث ابن عباس وابن مسعود بتعدد النزول" [12]

(الفتح الرباني(18/197,196)،اس روایت کی سند صحیح ہے۔ وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة بني إسرائيل، حدیث: (3141,3140)اس روایت میں سوال صرف روح کے متعلق کیا گیا ہے۔ بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، اور ابن منذر نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے جب روح کے متعلق پوچھا تھا، تو اس وقت آپ مدینہ میں تھے اور اسی سوال کے متعلق سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر:58 نازل ہوئی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی روایت جو جامع ترمذی نے نقل کی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے درمیان یہ کہہ کر تطبیق دی گئی ہے کہ اس آیت کے شان نزول ایک سے زائد ہیں۔)

سیرت میں تاریخی واقعات کی ترتیب کا معیار صرف روایت کے ظاہری تسلسل سے نہیں بلکہ حدیث کے ثبوت وسند کی صحت ہے۔ یہ نقد تاریخی ترتیب پر نہیں بلکہ سند وروایت کی صحت پر مبنی محدثانہ نقد ہے۔ جو محدثانہ الوان میں لونِ اسنادی وانتقادی کا مظہر ہے۔

روایاتِ سیرت پر درایتی نقد بھی کرتے ہیں، علماء ومحدثین کے نقد پر اعتماد کرتے ہیں، واقعہ کی صحت واضح کرتے ہوئے غیر معتبر اور غیر معقول حصہ کو رد کرتے ہیں، جیسے سفر شام میں بحیرہ راہب کے ساتھ ملاقات اور نبی اکرم ﷺ کی واپسی کے واقعہ کو ترمذی کے حوالے سے نقل کیا، لیکن حضرت ابو بکر اور بلال کے ذکر کو روای کا وہم قرار دیا:

---

[10]۔ایضاً،ص:136

[11]۔ایضاً،ص:197

[12]۔ مهدي رزق الله،السيرة النبوية في ضوء المصادر الأصليه،ص:178

"اختلف العلماء في هذا الحديث فقد حسنه الترمذي وصححه الحاكم، والألباني، وعرجون وشعيب وعبد القادر الأرنؤوط و ابن حجر وقال ابن حجر رجاله ثقات وليس فيه سوى هذه النقطة أي ذكر أبي بكر وبلال- فيحتمل أن تكون مدرجة فيه منقطعة من حديث آخر وهماً من أحد رواته ... وقال ابن القيم إن هذه النقطة من الغلط الواضح وأنكره الذهبي وقال : وهو حديث منكر جدا، وأين كان أبو بكر؟ كان ابن عشر سنين، فإنه أصغر من رسول الله ﷺ بسنتين ونصف، وأين كان بلال في هذا الوقت؟ فإن أبا بكر لم يشتره إلا بعد المبعث، ولم يكن ولد بعد، وأيضا، فإذا كان عليه غمامة تظله كيف يتصور أن يميل في الشجرة؟ لأن ظل الغمامة يعدم في في الشجرة التي نزل تحتها، ولم نر النبي ﷺ ذكر أبا طالب قط بقول الراهب، ولا تذاكرته قريش" (13)

(علماء کا اس واقعے کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ترمذی نے اس روایت کو حسن اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجر اور علامہ البانی نے بھی امام حاکم کی تائید کی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔ اور ابو بکر وبلال کے ذکر کے علاوہ اس روایت میں کوئی خامی نہیں۔ ہو سکتا ہے کسی راوی کو وہم ہوا ہو اور اس نے کسی دوسری روایت کے کچھ الفاظ اس میں شامل کر دیے ہوں۔ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا: "اس روایت میں ابو بکر وبلال کا ذکر کسی راوی کی فاش غلطی ہے۔" حافظ ذہبی نے اس واقعے کا سرے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ ابو بکر وہاں کہاں تھے وہ تو بمشکل دس سال کے ہوں گے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اڑھائی سال چھوٹے تھے، پھر بلال اُس وقت کہاں سے آ گئے؟ ان کو تو حضرت ابو بکر نے خریدا ہی بعثت کے بعد ہے بلکہ وہ تو اُس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، پھر اگر بادل آپ کے سر پر سایہ کرتا آ رہا تھا تو درخت کے جھکنے اور سایہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ کیونکہ بادل کا سایہ تو درخت کے سائے میں ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ پھر یہ بات کسی روایت میں نہیں ہے کہ کبھی ابو طالب کو راہب کی بات یاد دلائی ہو، نہ کبھی قریش نے اس واقعے کا ذکر کیا نہ ان قریشی افراد میں سے کسی نے بیان کیا۔)

روایات پر نقد کرتے ہوئے حدیث کو بنیادی اور معتبر ماخذ مانتے ہیں، سیر و تاریخ کی کتب کو ثانوی ماخذ کا درجہ دیتے ہیں، ان سے روایات کو نقل کرتے ہوئے، اسناد کے صحت وضعف کی نشاندہی کرتے ہیں، ابن اسحاق کی بلاسند روایات کو قبول کرتے ہیں، کہ ان کی غیر مسند روایت کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہے، جیسے مذکورہ بالا واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں:

مؤرخ ابن اسحاق نے بھی یہ واقعہ ترمذی ہی کی روایت کی طرح بیان کیا ہے لیکن اُس میں بھی ابو بکر اور بلال کا ذکر نہیں، البتہ انھوں نے سند بیان نہیں کی۔ لیکن چونکہ وہ امام مغازی ہیں، ان کی روایت کو مانا جا سکتا ہے۔ ویسے بھی ان کی غیر مسند روایات کی

13۔ ایضاً، ص: 120

کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہوتی ہے۔[14]، حضرت عمر کے قبول اسلام کے واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ کسی ایسی سند سے روایت نہیں جو محدثین کے نزدیک قابل قبول ہو، لیکن مؤرخین اور سیرت نگاروں کا اس واقعہ کو نقل کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ تاریخی طور پر اس واقعہ کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔[15]

ڈاکٹر مہدی رزق اللہ کا سیرت کی روایات پر نقد کا اسلوب سیرت نگاری کے محدثانہ الوان میں اسنادی، انتقادی، تنقیحی وانتقائی اور تخریجی جہات کی نمائندگی کرتا ہے۔

سیرت کی روایات میں صحت وضعف کا امتیاز ایک نہایت نازک اور علمی مرحلہ ہے، جسے محدثینِ کرام نے اصولِ حدیث کی روشنی میں دقیق محنت وجدوجہد سے واضح کیا۔ ابراہیم العلی نے اپنی کتاب " صحیح السیرۃ النبویہ" میں حدیث کے اصولِ نقد و تحقیق کو معیار بناتے ہوئے سیرت نگاری کی کاوش کی ہے۔ روایاتِ سیرت کی اسناد پر نقد کرتے ہوئے عدالت و ضبطِ رواۃ، اتصالِ سند، اور علت وشذوذ کی بنیاد پر صحیح احادیث کا انتخاب کر کے غیر معتبر اور ضعیف روایات کا ردّ کرتے ہیں۔ حضرت عمر کے اسلام لانے کے واقعہ کے ضمن لکھتے ہیں:

"وأما الروايات الأخرى في قصة إسلام عمر فلم أجد فيها رواية صحيحة غير مطعون فيها، فمنها الشاذ والمنكر، ومنها ما في إسنادها ضعفاء وغير ذلك، وهذه الرواية التي ذكرت أقرب الروايات إلى الصحة، ومع ذلك فهي مرسلة وإسنادها كل رجاله ثقات وشريح بن عبيد الذي أرسل هذه القصة ثقة"[16]

(حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعے کے بارے میں جو دیگر روایات منقول ہیں، میں نے ان میں سے کوئی بھی ایسی روایت نہیں پائی جو تمام اعتبار سے صحیح ہو اور جس پر کوئی جرح نہ ہو۔ ان روایات میں بعض شاذ ہیں، بعض منکر ہیں، اور بعض کی اسناد میں ضعیف راوی پائے جاتے ہیں۔ البتہ وہ روایت جس کا میں نے ذکر کیا ہے، وہ زیادہ قوی ہے۔ اس کے باوجود یہ مرسل روایت ہے، تاہم اس کی سند کے تمام راوی ثقہ (قابلِ اعتماد) ہیں، اور شریح بن عبید، جنہوں نے اس واقعے کو مرسل بیان کیا ہے، ثقہ راوی ہیں۔)

ابراہیم العلی نے ترتیبِ واقعات میں بھی محدثانہ احتیاط کو پیشِ نظر رکھا۔ ابنِ اسحاق کی ترتیب کو بنیاد بناتے ہیں لیکن جہاں صحیح روایات اس تاریخی تسلسل سے مختلف ہوں، وہاں تاریخی روایات پر نقد کرتے ہوئے، حدیث کے شواہد کو ترجیح دی، جیسے غزوۂ ذات الرقاع کے ضمن میں ابنِ اسحاق کے برخلاف صحیح بخاری کی روایت کو اختیار کیا اور اس واقعے کو غزوۂ خیبر کے بعد ثابت کیا:

14۔ مهدي رزق الله، السيرة النبوية في ضوء المصادر الأصليه، ص: 121

15۔ ایضاً، ص: 212-213

16۔ إبراهيم العلي، صحيح السيرة النبوية، دار النفائس للنشر والتوزيع، الأردن، الطبعة الأولى، 1415ھ 1995 م ص: 80

"وما في الصحيح أصح، وأولى بالتقديم، وله من أحاديث الصحابة رضوان الله عليهم ما يسنده ويقويه، من قول أبي هريرة:صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم في غزوة نجد صلاة الخوف وإنما جاء أبو هريرة إلى النبي صلى الله عليه وسلم أيام خيبر " [17]

(صحیح احادیث میں جو روایت وارد ہوئی ہے، وہی زیادہ صحیح ہے اور ترجیح کی زیادہ حقدار ہے۔ اس کی تائید اور تقویت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے:"میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ نجد میں نمازِ خوف ادا کی۔"اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس غزوۂ خیبر کے ایام میں آئے تھے (یعنی اسی وقت مسلمان ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ شریکِ سفر ہوئے)۔

روایاتِ سیرت پر نقد و تنقیح کی یہ جہت سیرت نگاری کے محدثانہ الوان میں "اسنادی نقد اور انتقائی لون" کی آئینہ دار ہے۔

ابراہیم العلی نے تخریج روایات میں بخاری و مسلم پر اکتفا کیا، دیگر کتبِ احادیث سے تخریجِ روایاتِ سیرت کی صورت میں نقد کے دو اسالیب اختیار کیے ہیں۔(i) راویوں کی حیثیت کے تعیّن میں ائمہ جرح و تعدیل کے نقد کو نقل کیا، جیسے مالِ غنیمت کی آیت کے سبب نزول کی روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

"أخرجه أحمد في المسند: 5/324، وقال الهيثمي في المجمع: 6/ 92رجاله ثقات، وفي: 7/26، قال رجال الطريقين ثقات وابن حبان رقم: 1693، موارد، وابن جرير في التفسير:9/172، والحاكم:2/135،136،326، وقال على شرط مسلم وأقره الذهبي في الموضعين، والبيهقي في السنن:6/292، وهذا لفظ أحمد. وقال الساعاتي:14/ 73، قال الترمذي هذا حديث صحيح، ثم قال: وأورده الهيثمي وقال رجال أحمد ثقات، ورواه الحاكم في المستدرك وصححه ووافقه الذهبي"[18]

(ii): اگر کسی راوی میں اختلافِ توثیق یا تضعیف ہو تو دلائل کی روشنی میں راجح موقف اختیار کیا۔ مثال کے طور پر غزوہ خیبر کے موقع پر سہلہ بنت عاصم اور ان کی بیٹی کے لیے مالِ غنیمت میں سے حصہ مقرر کرنے میں ابنِ لہیعہ کی روایت کو ضعف کے سبب رد کیا اور صرف ثقہ رواۃ کی اسانید کو قبول کیا:

"رواه الطبراني، وفيه ابن لهيعة، وفيه ضعف، وحديثه حسن، وقد أخرجه الطبراني في الكبير: برقم: 1369، قال: حدثنا علي بن عبد العزيز الحسن بن الربيع الكوفي عن ابن المبارك عن ابن لهيعة عن الحارث بن يزيد الحضرمي عن ثابت ... ورواية العبادلة عن ابن لهيعة صحيحة فسند الحديث صحيح رجاله ثقات"[19]

[17]۔ إبراهيم العلي ،صحيح السيرة النبوية،ص:370

[18]۔ إبراهيم العلي ،صحيح السيرة النبوية،ص:185

[19]۔ايضاً،ص:355

متنِ روایت پر نقد میں بھی محدثین کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ ایک ہی واقعہ کی مختلف روایات کے متون کا موازنہ کرتے ہوئے اقرب الی الصحیح متن کو اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً غزوہ خندق کی تاریخ کے متعلق ابن قیم کے قول کو صحیح قرار دیتے ہیں:

"قال ابن القيم رحمه الله في زاد المعاد (وكانت في سنة خمس من الهجرة في شوال على أصح القولين إذ لا خلاف أن أحدًا كانت في شوال سنة ثلاث، وواعد المشركون رسول الله صلى الله عليه وسلم في العام المقبل وهو سنة أربع ثم أخلفوه لأجل جدب تلك السنة، فرجعوا، فلما كانت سنة خمس جاءوا لحربه، هذا قول أهل السير والمغازي.وذهب إلى هذا القول ابن سعد في الطبقات، والبيهقي في السنن وقطع به الذهبي، واعتمده الحافظ ابن حجر في فتح الباري، وأبي عبيد في كتاب الأموال" [20]

(ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں فرمایا: یہ غزوہ ہجرت کے پانچویں سال شوال میں پیش آیا، اور یہی قول زیادہ صحیح ہے، کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ غزوۂ احد شوال سنہ تین ہجری میں ہوا تھا، اور مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ اگلے سال یعنی سنہ چار ہجری میں دوبارہ جنگ کریں گے، لیکن اس سال قحط سالی کی وجہ سے وہ وعدہ پورا نہ کر سکے اور واپس چلے گئے۔ پھر جب سنہ پانچ ہجری آئی تو وہ آپ ﷺ سے جنگ کے لیے آئے۔ یہی قول اہلِ سیر و مغازی کا ہے۔ اسی قول کی طرف ابن سعد نے الطبقات میں، امام بیہقی نے السنن میں رجوع کیا، امام ذہبی نے اسی پر فیصلہ کیا، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اسے اختیار کیا، اور ابو عبید نے کتاب الأموال میں اسی کو بنیاد بنایا۔)

ابراہیم العلی نے روایاتِ سیرت کو اصولِ حدیث کے پیمانوں پر پرکھ کر ان کی صحت و ضعف کا تعین کیا ہے۔ ان کے نزدیک سیرتِ نبوی ﷺ کی تحقیق کا وہی علمی معیار ضروری ہے، جو محدثین نے روایتِ حدیث کے لیے قائم کیا۔ انہوں نے نقدِ روایاتِ سیرت میں سند، متن اور سیاقِ تاریخ تینوں جہات کو اپنایا۔ ان کا اولین رجحان نقدِ سند کی طرف ہے۔ ضعیف، مجہول یا منقطع روایات کو بلا تردد رد کرتے ہیں اور صرف انہی روایات کو قبول کرتے ہیں جن کے تمام رواۃ ثقہ ہوں۔ مراسیل کے رواۃ کی ثقاہت کی بنیاد پر صحت کا درجہ دیتے ہیں، اسی طرح تعددِ طرق اور شواہد کو روایت کی تقویت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ روایت کے ساتھ درایتی پہلوؤں پر بھی نقد کرتے ہیں۔

ان کے نزدیک صحیح سیرت وہی ہے جو سنداً متصل، رواۃ کے اعتبار سے ثقہ، متناً معقول اور قرآنی اصولوں سے ہم آہنگ ہو۔ اسی لیے وہ خود تصریح کرتے ہیں کہ ان کی کتاب کا مقصد تمام روایات کو جمع کرنا نہیں بلکہ صرف وہی روایات درج کرنا ہے جو صحیح یا

---

[20] ایضاً، ص:264

قریب الصحت ہوں۔[21] نقدِروایاتِ سیرت کے اعتبار سے ابراہیم العلی کا اسلوب سیرت نگاری کے محدثانہ جہات میں سندی، تنقیحی، تخریجی اور انتقائی جہت کا مظہر ہے۔

محمد صویانی نے روایاتِ سیرت کی ترتیب و تدوین میں حدیث کی تحقیق اور نقد کے اصولوں کو لاگو کیا۔ انہوں نے سیرت کی صرف انہی روایات کو پیش کیا ہے جو سند اور و متن کے اعتبار سے صحیح اور قابلِ اعتماد ہوں۔ اس کے لیے انہوں نے کتبِ احادیث کو اصل مآخذ قرار دیا، روایاتِ سیرت کی تخریج میں دو طریقے اختیار کیے ہیں، بخاری و مسلم کی روایت پر اکتفا کیا، صحیحین کے علاوہ احادیث کے ذخیرہ سے روایاتِ سیرت لیتے ہوئے اسناد پر تصحیح و تحسین کا حکم لگایا اور سند کے رواۃ پر نقد کرتے ہوئے ضعف کو بیان کیا، زمانہ جاہلیت کے غرباء (جاہلیت کے موحد) زید بن عمرو بن نفیل کے واقعہ کی سند سے متعلق لکھتے ہیں:

"درجته: حديثٌ حسنٌ بما قبله هذا السند: ضعيف من أجل عمرو بن عطية العوفي قال في الجرح والتعديل (6 - 250): روى عن أبيه روى عنه الحسن بن عبد الله بن حرب المصيصي نا عبد الرحمن قال سألت أبا زرعة عن عمرو بن عطية فقال ليس بقوي لكن الحديث حسن بما قبله" [22]

(سنده حسن بما قبله.البداية والنهاية(2/ 239)، یہ سند ضعیف ہے۔ اس میں عمرو بن عطیہ عوفی ضعیف ہے۔ یہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے حسن بن عبد اللہ بن حرب مصیصی نے بیان کیا ہے۔ عبد الرحمٰن بتاتے ہیں میں نے ابوزرعہ سے عمرو بن عطیہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ قوی نہیں۔ (الجرح والتعديل :6/ 250)۔

سند کے ضعف کو بیان کرتے ہوئے دیگر طرق کی بناء پر حسن کا درجہ دیتے ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سب سے پہلے اسلام لانے کے واقعہ کی روایت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"درجته: حديثٌ حسنٌ، رواه: الحاكم (3 ـ64) وابن أبي شيبة (7ـ 14)و(7 ـ 363) والبيهقيُّ (6ـ369) وابن أبي عاصم (1ـ112) من طريق آخر: عن مجالد عن الشعبي قال قال ابن عباس أول من صلي أبو بكر ثم تمثل بقول حسان، هذا السند: أما الأول فضعيف لجهالة شيخ مالك بن مغول، لكنه يتقوى بالسند الآخر رغم ضعف يسير في مجالد بن سعيد بن عمير الهمداني أبو عمرو الكوفي، قال في التقريب: ليس بالقوي وقد تغير في آخر عمره. وهو من رجال مسلم تقريب التهذيب (520)" [23]

(حسن: بیہقی :(6/ 369)، حاکم:(3/ 64)، ابن ابی شیبہ :(7 /14)، ابن ابی عاصم(1/ 112)، مجالد شبعی، ابن عباس، یہ ایک دوسری سند ہے اس میں یہ الفاظ ہیں :"أَوَّلَ مَنْ صَلَّى أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ مَثَّلَ بِقَوْلِ حَسَّانَ" کہ سب سے پہلے

---

[21] ۔ایضاً،ص:12

[22]۔ محمدصویانی،الصحيح من أحاديث السيرة النبوية،مدار الوطن للنشر، رياض ،سعودية،الطبعةالأولى، 1432ھ2011 م،ص:30

[23]۔ایضاً ،ص:42

سیدنا ابو بکر نے نماز پڑھی۔ پھر حسان کے قول کے ساتھ مثال دی ہے۔ پہلی سند ضعیف ہے۔ مالک بن مغول کے شیخ میں جہالت ہے۔ تاہم یہ دوسری سند کے ساتھ مضبوط ہو جاتی ہے۔ اگرچہ مجالد بن سعید بن عمیر ھمدانی جس کی کنیت ابو عمرو کوفی ہے۔ اس میں معمولی ضعف ہے پھر بھی یہ سند قوی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: لَيْسَ بِالْقَوِي ۔یہ قوی نہیں آخری عمر میں متغیر ہو گیا تھا۔ یہ مسلم کا راوی ہے۔ (تقریب : 520) اس حدیث کا درجہ حسن ہے۔)

اگر روایت کی سند متصل نہ ہو تو دوسری اسناد سے متابعت کی بنیاد پر قبول کرتے ہیں، بصورت دیگر اسے باطل قرار دیتے ہیں، اسلام قبول کرنے والی پہلی سات شخصیات کی ابو الفضل کی روایت پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"درجته: حسن، رواه: ابن حبان (15ـ 558) وابن أبي شيبة (7ـ252) وابن ماجه (1ـ53) والحاكم (3ـ320) وأحمدُ (1ـ404) عن زائدة عن عاصم بن أبي النجود ... ، هذا السند: حسن من أجل عاصم بن بهدلة وهو بن أبي النجود الكوفي أبو بكر المقرئ صدوق له أوهام حجة في القراءة وحديثه في الصحيحين مقرون، تقريب التهذيب (1 - 285)، وأعله الدارقطني في العلل (5 - 63) حيث جاء ما نصه وسئل عن حديث زر عن عبد الله قال كان أول من أظهر إسلامه سبعة رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبو بكر وعمار وأمه سمية وبلال وصهيب والمقداد الحديث فقال يرويه يحيي بن أبي بكير عن زائدة عن عاصم عن زر عن عبد الله تفرد به يحيي بن أبي بكير وقال إنه وهم وإنما رواه زائدة عن منصور عن مجاهد قوله، وهو ما ألمح له الإمام ابن معين في تاريخ ابن معين (3 - 320). حيث يقول: حدث يحيي بن أبي بكير عن زائدة عن عاصم عن زر عن عبد الله قال: أول من أظهر إسلامه سبعة قال يحيي هذا عن منصور عن مجاهد هكذا حدث به الناس وقال في (ص:490): الحديث الذي يرويه بن أبي بكير عن زائدة عن عاصم عن زر عن عبد الله في قصة عمار إنما يرويه سفيان عن منصور عن مجاهد فقط قال أبو الفضل قصة عمار أول من أظهر إسلامه سبعة قال أبو الفضل هذا باطل إنما هو من رأى مجاهد.وهذا النقد مقبول لو كان يحيي بن بكير قد انفرد بهذا النص-وهو ثقة-ولم يتابع عليه، لكنه قد توبع عند الحاكم والبيهقيُّ في الكبرى (8 - 209): ثنا الحسن بن علي الجعفي ثنا زائدة .. به، فبهذا تصبح رواية مجاهد معضدة لهذه الرواية" [24]

(حسن، مسند احمد:(3832) ابن حبان : (558/15)، ابن ابی شیبہ:(252/7)، ابن ماجہ:(53/1)، حاکم:(320/3)، عاصم بن بہدلہ جو کہ ابن نجود کوفی ہے۔ ابو بکر کنیت ہے۔ المقری صدوق ہے کچھ اوہام کا شکار ہوتا ہے۔ قرأت میں حجت ہے اس کی حدیث بخاری اور مسلم میں آتی ہے (تقریب: 285/1)، دار قطنی نے اسے معلول قرار دیا ہے۔ (العلل:5/63) یہ حدیث اس سند سے ہے یحی بن ابو بکیر، زائدہ عاصم، زر عبد اللہ سے اسے روایت کرنے میں یحیٰ بن ابو بکر

[24] ۔ایضاً، ص:47

متفرد ہے۔ یہ وہم ہے زائدہ نے اسے منصور سے اس نے مجاہد سے بیان کیا ہے اور اس طرح پھر اور لوگوں سے بیان کی ہے۔ابن معین نے اشارتاًفرمایاہے: یہ حدیث سفیان، منصور اور مجاہد سے ہی فقط مردی ہے۔[تاریخ ابن معین : 490] ابوالفضل کے نزدیک سات آدمیوں نے سب سے اول اظہار اسلام کیاہے یہ روایت باطل ہے یہ تو مجاہد کی اپنی رائے ہے متصل نہیں۔ یہ نقد قابل قبول ہوتا اگر یحیٰ بن بکیر منفرد ہوتا۔ اس کی متابعت نہ آتی، تو یہ روایت باطل ہے یہاں اس کی متابعت موجود ہے جو اس سند میں ہے۔ حسین بن علی جعفی، زائدہ الخ، اس سے مجاہد کی روایت کی متابعت آتی ہے، اس سے اس میں قوت پیدا ہوئی۔ یہ راوی ثقہ ہے تو یہ سند حسن ہوئی[حاکم، بیہقی : 8/209]۔)

متن میں ضعف کی وضاحت کرکے غیر معتبر روایاتِ سیرت کورد کرتے ہیں، ابولہب کے نبی اکرم ﷺ کی میلاد کی خوشی میں ثویبہ لونڈی کے آزاد کرنے اور انگلیوں سے پانی ملنے کے واقعہ کورد کرتے ہوئے اسے قرآن پاک کے حکم کے خلاف قرار دیتے ہیں:

حضرت عروہ کہتے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی، لیکن یادرہے کہ ابولہب نے آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی میں لونڈی کو آزاد کیانہ ہی سوموار والے دن کیا، یہ بات کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ بخاری شریف میں تومیلاد اور سوموار والے دن کا نام ونشان تک نہیں، میلاد اور سوموار والے دن کاذکر امام سہیلی نے اپنی کتاب "روض الانف" میں کیا ہے یہ اضافہ صحیح ثابت نہیں ہے، بلکہ معتبر روایات سے ثابت ہے کہ ابولہب نے اپنی لونڈی ثویبہ کو اس وقت آزاد کیا تھاجب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینے گئے۔اس طرح یہ کافر کاخواب ہے، غیر مسلم کاخواب دین میں حجت نہیں ہے اور روایت بھی منقطع مردود ہے کہ ابولہب کو انگلی سے پانی ملتاہے جبکہ اس کے مقابلے میں قرآن پاک کے الفاظ ہیں:" تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ ؕ" ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے (اس نے ہمارے حبیب ﷺ پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی ہے)۔ قرآن پاک نے بالخصوص ابولہب کے دونوں ہاتھوں کی تباہی کا تذکرہ کیاہے تو تباہ شدہ ہاتھوں میں جہنم کی آگ میں رہ کر پانی کیسے مل سکتاہے ؟ بیان کردہ ضعیف روایت قرآن پاک کے واضح مفہوم کے سراسر خلاف ہے۔[25]

متن پر نقد کے تحت نکارت کی وضاحت کرکے صحیح متن کو قابل اعتماد اور ضعیف ونکارہ شدہ متن کارد کرتے ہیں، حضرت علی کے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کی روایت کو نقل کرکے اس میں موجود نکارت کے متعلق لکھتے ہیں:

"درجته: سنده قوي وفي متنه ضعف ونكارة هذا السند: قوي، عبد الله بن بريدة تابعي ثقة (1 - 403) وتلميذه ثقة أيضًا (2-381) ويونس بن بكير بن واصل الشيباني أبو بكر الجمال الكوفي صدوق يخطئ تقريب التهذيب (613)، ومن أخطائه ما جاء في هذا المتن، وتلميذه أحمد بن عبد الجبار بن محمَّد العطاردي أبو عمر

[25]-محمد صویانی،الصحيح من أحاديث السيرة النبوية ،ص:

الكوفي ضعيف وسماعه للسيرة صحيح، تقريب التهذيب (81). وشيخ الحاكم إمام معروف، لكن في المتن نكارة منها أن علي صلى يوم الثلاثاء، ومن المعلوم من النصوص الصحيحة أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يصل في اليوم التالي" (26)

(سندہ قوی: مگر متن میں ضعف ونکارت ہے۔ عبد اللہ بن بریدہ ثقہ تابعی ہیں 1/403،ان کا شاگرد بھی ثقہ ہے:2/381۔ یونس بن بکیر بن واصل شیبانی، کنیت ابو بکر الجمال کوفی صدوق ہے۔ خطا کا ارتکاب کرتا ہے (تقریب : 613)اس متن میں اس کی خطاہی در آئی ہے احمد بن عبد الجبار بن محمد عطاردی، ابو عمر کنیت، کوفی ضعیف ہے۔ سیرت کا سماع صحیح ہے۔ (تقریب: 81)اور حاکم کا شیخ معروف امام ہے۔ لیکن متن میں اس سے نکارت سرزد ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگل کو نماز پڑھی تھی۔ یہ منکر بات ہے کیونکہ صحیح روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے دوسرے دن نماز نہیں پڑھی تھی۔ صحیح احادیث میں جو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا واقعہ آیا ہے یہ اس کے خلاف ہے اس میں دوسرے دن نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ،(تقریب)۔

اہل سیر کی روایات پر اُصولِ حدیث کی بناء پر نقد کرتے ہیں، تاریخی اعتبار سے صحیح واقعہ کی دیگر احادیث سے متابعت اور سماع کی صراحت کے ساتھ قبول کرتے ہوئے سند کے ضعف کی وضاحت کرتے ہیں، ام عبد اللہ بنت حثمہ رضی اللہ عنہا کے ہجرت حبشہ کی تیاری کے وقت حضرت عمر کا ہجرت کے متعلق دریافت کرنا اور ابن ربیعہ عامر کا ام عبد اللہ سے حضرت عمر کے اہل اسلام پر جور وسختی کی وجہ سے اسلام قبول کرنے پر مایوسی کا اظہار کرنے کی روایت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"صرح فيه ابن إسحاق بالسماع وقد توبع في الحديث السابق في أمالي المحاملي (1 - 74) حيث قال: حدثنا عبد الله بن شبيبه حدثني أبو بكر بن أبي شيبة حدثني أبو بكر ابن أبي أويس حدثني أبي عن عبد الرحمن بن الحارث وشيخ ابن إسحاق تابعي ثقة قال عنه الحافظ في: عبد الرحمن بن الحارث بن هشام بن المغيرة المخزومي أبو محمَّد المدني له رؤية وكان من كبار ثقات التابعين تقريب التهذيب (1 - 338).وسند هذه القصة تاريخيًا صحيح لكن حسب المصطلح العلمي للحديث الدقيق: فيه ضعف يسير من أجل التابعي عبد العزيز بن عبد الله فهو يحتاج إلى توثيق فقد سكت عنه ابن أبي حاتم (5/ 385) وابن حبان الذي أورده في الثقات(7/ 115) لكنني أوردتها لأنه تابعي كبير ولأنه يروي هذه القصة عن أمه "(27)

(اس میں ابن اسحاق نے سماع کی صراحت کی ہے اور اوپر امالی محاملی والی روایت سے اس کی متابعت بھی ہوئی ہے، تاریخی طور پر یہ قصہ صحیح ہے۔ لیکن علم حدیث کی اصطلاح میں اس میں معمولی ضعف ہے۔ سند کے راوی یہ ہیں: عبد اللہ بن شیبہ، ابو بکر بن

26۔ایضاً،ص:41

27۔ایضاً،ص:85

ابی شیبہ، ابو بکر بن ابی اویس، عبد الرحمن بن حارث، ابن اسحٰق کا شیخ ثقہ تابعی ہے۔ عبد الرحمٰن بن ہشام بن مغیرہ مخزومی ابو محمد مدنی یہ ثقہ کبار تابعین میں سے تھا۔ تقریب:(1/ 338)اس کے معمولی ضعف کی وجہ سے یہ عبد العزیز بن عبد اللہ تابعی توثیق کا محتاج ہے۔ ابن ابی حاتم تو خاموش ہے(5/ 378)، ابن حبان نے اسے ثلاث میں شمار کیا ہے۔(ص:7/ 115)۔ یہ روایت اس وجہ سے بیان کر دی گئی ہے کہ یہ کبیر تابعی ہے اور اپنی والدہ سے یہ واقعہ بیان کر تا ہے۔)

صویانی نے سیرتِ نبوی ﷺ کے واقعات کو محدثانہ اصولوں کی بنیاد پر جانچا، پر کھا اور مرتب کیا۔ ان کی نقدِ روایات کا دائرہ سند و متن دونوں پہلوؤں پر محیط ہے، ضعیف، مرسل، منقطع اور اسرائیلی روایات کو رد کر کے صرف صحیح و حسن احادیث کو قبول کرتے ہیں۔ روایاتِ سیرت کے نقد میں ان کا اسلوب سیرت نگاری کی تخریجی، انتقادی،

اور تحلیلی و تنقیحی محدثانہ جہات کو نمایاں کر تا ہے۔ وہ ہر روایت کو جرح و تعدیل کے اصولوں، قرآن و صحیح سنت سے موافقت، تاریخی تسلسل اور متن کی معقولیت کے تناظر میں پر کھتے ہیں۔

ڈاکٹر مہدی رزق اللہ، محمد صویانی، اور ابراہیم العلی نے سیرتِ طیبہ ﷺ کو محدثانہ اصولوں کی بنیاد پر پر کھنے کی کاوش کی۔ انہوں نے سیرت میں صحیح و حسن روایات کو ترجیحاً نقل کیا ہے اور ضعیف، مرسل، منقطع، معلق، معضل، اسرائیلی یا متروک الحدیث روایات کو رد کیا۔ صویانی نے نقدِ روایات میں سند و متن دونوں جہات کو بنیاد بنایا اور ہر روایت کو جرح و تعدیل، تاریخی تسلسل، متنی معقولیت اور قرآن و سنت سے ہم آہنگی کے تناظر میں پر کھا۔ ابراہیم العلی کا رجحان بالخصوص نقدِ سند کی طرف ہے اور وہ ضعیف یا غیر ثقہ روایات کو بلاتردد رد کرتے ہیں، جبکہ تعددِ طرق اور شواہد کو روایت کی تقویت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر مہدی رزق اللہ نے بھی سیرت نگاری میں محدثانہ منہج اختیار کیا، اور اپنی تصنیف میں کتاب المغازی اور دیگر ابواب کے تحت سیرت کے واقعات کو اسانید کے ساتھ ترتیب دیا، ضعیف اور ناقص روایات کو مسترد کرتے ہوئے صحیح اور معتبر روایات پر تحقیق کو مرکوز کیا۔ ان تینوں کے اسلوبِ سیرت نگاری سے سیرت نگاری ایک اسنادی، تخریجی، انتقادی اور تحلیلی و تنقیحی محدثانہ علمی فن کے طور پر سامنے آئی، جس کا مقصد تمام روایات کو جمع کرنا نہیں بلکہ صرف صحیح یا قریب الصحت روایات کو مرتب کرنا ہے۔